بصیرت

بابت

اسلامی اسکول

بصیرت/تصور........

ایک ایسے تعلیمی ادارے کا تصور جہاں اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ معاصر علوم/مضامین بھی پڑھائے جاتے ہوں، کوئی نیا تصور (بات یا خیال) نہیں ہے۔گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ایسے تعلیمی ادارے ساری دنیا میں مصروف عمل ہیں۔پاکستان کی شراکت بھی ہے، باوجود یہ کہ پاکستانی اداروں کی تعداد کثیر نہیں ہے، لیکن اس حلقے میں اضافہ/ترقی بڑے پیمانے پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایسے اداروں کی مانگ اچھی خاصی ہے۔پھر بھی یہی محسوس کیا جارہا ہے جو ادارے مصروفِ عمل ہیں۔وہ حصولِ مقاصد کے لئے دکھنائیوں سے گزر رہے ہیں۔نصابی رہنمائی، تربیتِ اساتذہ، بنیادی وسائل، نصابی کتب غرض کیا نہیں سب ہی درکار ہیں۔گویا یہ فہرست ختم نہیں ہوتی۔صورتِ حال کی بہتری کے لئے کوشش کی جارہی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ شو بہائے/ادارہ بہتر ہو جاتی لیکن اوّلین تقاضا یہ ہے کہ ہم ایسے تعلیمی ادارہ کے "تصور" کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

اسلامی اسکول سے کیا مراد ہے؟

اسلامی اسکول وہ تعلیمی ادارہ ہوتا ہے جو جملہ جدید علوم وفنون کو قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کی اقدار عالیہ کے ساتھ مدغم کرتا ہے۔ مسلمان آج بھی محسوس کرتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد جب تک جدید اور جدید ترین فنّی اور سائنسی ادراک نہیں حاصل کرتا وہ ترقی کی سمت پیش رفت نہیں کرسکتا۔یاد رکھنا چاہئے کہ نوعِ انسانی کے لئے علم کا ہر ذرّہ "اسلامی" ہوتا ہے۔اس لئے ایسے تعلیم اداروں کی اَشد ضرورت ہے جو طلباء میں خالص اسلامی اقدار اور طرزِ عمل بتدریج ذہن نشین کرسکیں/کرادیں تاکہ طلباء اپنے اپنے پسندیدہ شعبہ میں ہنرمند پیشہ ورانہ حیثیت کے حامل ہو جائیں۔دینی علوم اور تربیت کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان، ریاضی، سائنس کاریگری وغیرہ یعنی تمام معاصر علوم پڑھائے جائیں۔

لیکن تعلیمی ادارہ یا اسکول بذاتِ خود کیا ہوتا ہے؟ مندرجہ بالا تصور کو عملی شکل دینے والے اسکول کا صحیح اسباب سے مرصع ہونا لازمی ہے تاکہ صحیح سمت میں پیش قدمی ممکن ہوسکے۔یہ یوں ممکن ہوتا ہے/ہوسکتا ہے کہ تصور، مقصد اور منزل پر توجہ مرکوز کی جائے۔اس ضمن کے انتہائی اہم چند سوالات کو سمجھ لیا جائے تاکہ اسلامی اسکول کی غرض وغائت واضح ہو جائے۔

لہٰذا اپنے کام کو آسان بنانے کے لئے سب سے پہلے درج ذیل چھ ارکان/عناصر ادارہ کی نشان دہی کی جائے جہاں مثالی تعلیمی دینا مطلوب ہے۔اور وہ ارکان/عناصر درج ذیل ہیں:

۱- بانیان اور حکامِ اَوّلین
۲- پرنسپل
۳- کلیۂ تدریس
۴- نصاب
۵- ماحول (نصابی اور غیر نصابی)

۶- منصوبہ برائے شرکتِ والدین

مندرجہ بالا پراب کیے بعد دیگرے نظر ڈالی جائے۔

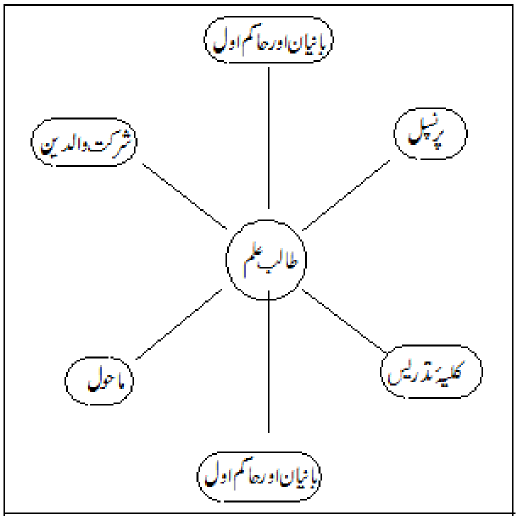

رکن/عنصر اوّل

بانیانِ ادارہ اور حکام اولین کا کردار

کسی منصوبے پر کام کا آغاز کرنے سے پہلے لازم ہے کہ بانیانِ مجوزہ ادارہ یا منصوبہ وضاحت جانتے ہوں کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ مقصد یا مقاصد کیا ہیں اور وہ اپنے تئیں کون سا کردار ادا کریں گے، ماحولیاتی اور انسانی وسائل دستیاب کتنے ہیں، توقعات کیا ہیں اور مختصر اوسط یا طویل دورانِ وقت کے لحاظ سے ان کی توقعات کیا ہیں (مثلاً دس/بیس برس آگے)

مسائل ہمیں گھور رہے ہیں اور دیوار پر جواب لکھا ہوا ہے۔ ہمیں جو کرنا ہے وہ یہ کہ عفریتِ عمل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دینا ہے۔ یہ عفریت اُس سانپ سے مختلف نہیں ہے جسے حضرت موسیٰ نے آگے جا کر گردن سے پکڑا تھا اور وہ پتھر بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ہم اُس کی قدرت اور طاقت پر یقین رکھتے ہیں۔

ہمیں یہ امر یقینی بنالینا چاہئے کہ اسلامی اسکول بانیانِ و کارگزارانِ ادارہ کی توقعات پورا کرنے میں ناکام نہ رہے۔ اس کے لئے نہایت ضروری اَمر یہ ہے کہ ہمارا منصوبہ اور کارگزاریوں کا فرمان کہ ہمارے پیش روؤں کی غلطیاں/خامیاں کسی صورت دہرائی نہ جائیں۔ اس لئے کسی اسلامی اسکول کی منصوبہ بندی اُسی انتہائی باریک بینی کے ساتھ کی جانی چاہئے جو کہ کسی عظیم ترقیاتی یا صنعتی منصوبہ بندی کے لئے لازم سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ اہم بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے کہ کلی نہ سہی جزوی ناکامی اگر ہوئی تو بانیان اور کارگزاروں پر تباہ کن اثرات مرتب ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہنا کام نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں نہ تو جذبات میں بہہ جانا چاہئے اور نہ اس کی اجازت دینی چاہئے کہ ہم فوری آرائشی شہریوں کے پیچھے چل پڑیں۔ کامیابی تب ہی حاصل ہوگی جب انتہائی محنت منصوبے پر صرف کی جائے اور اس منصوبے کے مطابق عملی محاذ پر ''کمر توڑ'' کوشش کی جائے۔ اس مرحلے پر مشہور زمانہ قول کو پیش رکھتے ہیں جو شاہراہوں پر موجود پاتے

ہیں یعنی ’’کبھی نہ پہنچے سے ذرا سی تاخیر سے پہنچنا بہتر ہے۔‘‘

1.1- مقاصد کی صراحت

ایسے کسی ادارے کو فعال کرنے، روزمرہ کے معمولات کو جاری کرنے یا اُسے قائم کرنے سے پہلے لازم یہ ہے کہ مقاصد کی صراحت کی جائے اور اسے بطریق احسن سمجھ لیا جائے۔ یہ وہ اصل سوال ہے جس کی اہمیت یہ ہے کہ وہ فرق واضح ہوتا ہے یعنی قائم کیا جانے والا اسلامی ادارہ کتنی کامیابی حاصل کرسکتا ہے اس ادارے میں جو کچھ ہوگا یا نہیں ہوگا اس کے لئے اسی کو حکم کا درجہ حاصل ہوگا۔ اس سوال پر سب سے پہلے اور زیادہ سے زیادہ توجہ مرکوز ہونی چاہئے، اگر چہ کامیابی کے لئے دیگر سوالات بھی اہم ہوتے ہیں تا کہ کامیابی حاصل کی جائے۔

بنیا د رکھنے والوں اور رہنماؤں کو جو اسلامی ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں دیگر سوالات کا شافی جواب ادارے کے قیام سے پہلے حاصل کر لینا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھے خیالات بھی ڈھیلی ڈھالی سوچ یا کمتر انتظام و انصرام کی باعث ناکام ہوجاتے ہیں۔

کئی ادارے طلباء کی تعداد کے لحاظ سے معمولی کامیابی حاصل کرلیتے ہیں لیکن اس ادارے کی بابت بنیادی مقصد اور تصور کے لحاظ سے کامیاب نہیں ہوپاتے۔

درج ذیل سوالات کا جواب نہایت واضح طور پر پیشِ نظر ہونا چاہئے یعنی قبل اس کے کہ کوئی (Mission Statement) تبلیغی بیان یا تصور یا مقصد کی وضاحت کی جائے۔

1.2- تبلیغی بیان کی تعریف

کسی تبلیغی بیان کی سادہ وضاحت یہی ہوتی ہے کہ وہ ’’آپ کا ادارہ کیا ہے؟‘‘ کا جواب دے سکے۔ اس بیان کو لازمی طور پر واضح، مختصر اور خصوصی ہونا چاہئے تا کہ تمام تر ہر کس و نا کس کے لئے نہ ہو۔ بعض اوقات ’’ہمارے ادارے میں (شامل) نہیں ہے۔‘‘ کا جواب دینا یوں آسان ہوجاتا ہے۔ اگر تعریف صحیح ہے یعنی منصوبے کی نہج واضح ہے تو بے سمتی کا احتمال نہیں ہوتا۔

1.3- بیان بابت تصور کی وضع قطع

کسی تصور کی بابت کسی سادہ سوال کا جواب ’’آپ (کے ادارے کا) کی تیار کردہ فصل کیا ہے‘‘ میں مضمر ہے۔ کسی اسلامی ادارے کے لئے ایسی رہ نمائی (پارہ نما) کی ضرورت ہے جو منصوبے کو مستقبل تک لے جائے اور اس کے تعلیم یافتہ مثالی ہوجائیں۔ یہ بیان مشتمل ہو اُن نکات پر جو خصوصی کردار یا صفات کی شناخت کردیں اور اس سلسلے میں ایسی زبان یا بیان کو استعمال نہ کیا جائے جو خیال کے صرف عمومی طیف (Broad Spectrum) کو پیش کردے۔ مثال کے طور پر صرف یہ کہہ دینا کہ ’’ہم مثالی مسلمان‘‘/ ’’نظریاتی مسلمان‘‘ یا ’’اچھا مسلمان‘‘ بنائیں گے کافی نہیں ہوگا۔ پیداوار کا نقش اور اس کی خصوصیات بالکل واضح ہونی چاہئے۔ اور یہ پیداوار (افراد) کے حصول کا طریقۂ کار تفصیلی طور پر پیش کیا جائے۔

1.4- منزل مقصود کیا ہے؟

مقاصد سے؛ مراد وہ صفات؛ اور رویہ یا رویے ہیں جو پیداوار میں اشکارہ ہوں۔ اسلامی اسکولوں میں مقاصد کا راست تعلق ان

بنیادی صفات سے ہے جو طالب علموں کی سیرت سازی کرتے ہیں اور شخصیت بناتے ہیں۔اس طرح وہ افراد ادارے کے (Vision Statement) مقصدی بیان کی زندہ مثال ہوجاتے ہیں۔

یوں سب سے پہلے اپنے (Mission) (Vision) اور (Goals) کو سمجھ لیا جائے تو اثر پذیر اقدامات کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ذیل میں اضافی انتشاری (Brain straining) سوالات درج کئے جاتے ہیں جو ادارے کے مقاصد کی شناخت میں معاون ہوتے ہیں۔پیش نظر رہے کہ ان سوالات کے صحیح یا غلط جواب یا جوابات کسی مخصوص گروہ انسانی کے لئے درست یا مناسب ہو۔مثلاً سعودی عرب میں جو کارگر نظر آئے وہ لازم ہیں کہ پاکستان کے لئے بھی مناسب ہو۔عین ممکن ہے کہ وہ یہاں کے لئے قابل عمل ہی نہ ہو۔ایسے چند سوالات کے جواب کے لئے یہ لازم ہوجائے گا کہ اُن خاندانوں کا ایک جائزہ یا مساحت مکمل کی جائے جن سے مجوزہ اداروں کے طلباء حاصل ہوں گے۔

1.5- مسئلہ کیا ہے؟

بہتر یہی ہے کہ پہلے مسئلہ کی وضاحت سامنے ہو تو اس کے حل یا حصول کے لئے رہنمائی حاصل ہوجاتی ہے۔اسی لئے خود "مسئلہ" کی وضاحت یوں کی جائے کہ متعلقہ تمام افراد شناخت کرسکیں۔اگر اسلامی اسکولوں کو کسی مسئلہ کے حل کے طور پر دیکھا جارہا ہے تو لازم ہے کہ مسئلہ کو تمام تر صراحتوں کے ساتھ شناخت کیا جائے۔اگر آپ کا ادارہ مسئلہ کی شناخت میں ضرورت سے زیادہ وقت صرف کردیتا ہے تو ماسک (Focus) کی تیزی کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔یہ سوال ایک اہم بنیاد فراہم کرتا ہے اُس گفتگو/مباحثہ کے لئے جو پیش نظر ہے۔

1.6- قطعۂ ہدف Target Segment کیا ہے؟

مسئلہ کی شناخت کے لئے مرحلہ میں رہنماؤں کو قطعی اور واضح ہونا چاہئے یعنی یہ مسئلہ کسی پر یا کن کن پر اثر انداز ہوتا ہے۔اور وہ اس کے لئے کس ٹکڑے یا حصے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔بہ الفاظ دیگر ۲-۷ کی عمر کے ہر بچے سے اس مسئلہ کا تعلق ہو۔لیکن تقاضۂ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا ادارہ اپنے محدود انسانی اور مالیاتی وسائل سے کیا اس مسئلہ کو حل کرسکتا ہے؟ کرے گا؟ سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے آپ کیسے طلباء خدمات کے لئے تیار کرسکتے ہیں اور کون کون سے آپ تیار نہیں کرسکتے لامحالہ آپ کو انکار کرنا ہوگا۔یہ انتہائی نازک مرحلہ ہے کہ ایسے گروہوں کی صحیح شناخت پہلے سے کرلی جائے اور انہیں "مستقبل کے منصوبوں" میں شامل کیا جائے۔

1.7- سردست کیا کیا جارہا ہے؟

جب مسئلہ کی بابت تخمینہ مکمل ہوجائے اور واضح ہوجائے کہ آپ اُن کی معاونت کریں گے تو یہ اندازہ لگایا جاسکے گا کہ اب تک اس ضمن میں کیا کچھ کیا جاچکا ہے۔اس ٹکڑے یا حصے کی بابت کامیابیوں اور ناکامیوں کا تخمینہ آسان ہوسکتا ہے۔اس تخمینہ کے طفیل مباحثوں کی وساطت سے وہ تجویزیں بھی اُبھر کر سامنے آجائیں گی جس پر اب تک عمل نہیں کیا گیا۔اس کے نتیجے میں آپ کا اسلامی اسکول اگر لازماً مثالی نہیں ہوسکا تو بہتوں سے بہتر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ کئی سوال ایسے ہوتے ہیں جن کے مختلف جوابات ہوتے/ہوسکتے ہیں۔اور اس طرح اس سوال کا جواب بھی مختلف ہوسکتا ہے کیونکہ کوئی ادارہ کسی ایک پہلو پر زیادہ توجہ دیتا رہا ہے جب کہ دوسرے نے ایسا نہیں کیا۔بنیادی طور پر (Community) کی

ضروریات کے پیشِ نظر اقدامات کئے جائیں۔جو بالآخر اسلامی روایات کے مطابق سارے معاشرے کی خدمات کے قابل ہو جائے اور خدمات کی تشریح/صراحت بھی حاصل ہو۔

1.8- جماعت سازی(Team Making)

بارہا ایسا ہوا ہے اور ہوتا ہے کہ چند عمومی ہم خیال افراد ایک منصوبہ تجویز کرتے ہیں، لیکن وضاحتوں کے لحاظ سے خیالی گنجلک باقی رہ جاتا ہے۔جس کے تحت انفرادی یا جماعتی سطح پر آگے چل کر ذمہ داریاں ان کی ادائیگی تکلیف دہ ہو جاتی ہے خصوصاً جب اس سلسلے کی دوڑ دھوپ شروع کی جاتی ہے۔اس مرحلہ پر جذباتی اندازِ کار بھی کوئی مذائقہ نہیں بلکہ ابتداء میں تو جذبات سے بھرپور کارکنان ہی اثاثہ بن جاتے ہیں۔لیکن بلحاظِ عملیت (Pragmatism) کسی بھی پہلو کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہوتا۔بانیانِ ادارہ اور حاکمانِ اول پر لازم ہے کہ وہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو افرادی پیشہ ورانہ تجربہ اور عملی قابلیتوں کے تناظر میں پہلے پرکھیں اور پھر قبول کریں۔

1.9- ادارے کی ساخت کا فیصلہ

ادارہ کی ضرورت/مطالبات پر نظر رکھتے ہوئے بانیان (F&G) اور حاکم اول جائے وقوع پر توجہ دیں۔محلِ وقوع گنجائش جو مطلوبہ ہے، یا ہو اس کا تعین، ابتدائی درجات (کلاس) طلباء اور اساتذہ کی صنفی تقسیم، اساتذہ طلباء کی شرح، نہایت وضاحت سے تحریر شدہ ہوں تاکہ راہِ عمل صاف شفاف تعریف کی متحمل ہو سکے۔

110- عملی مقاصد کا تعین

تعلیمی ادارے کا اہم ترین پہلو "عملی مقاصد" کی وضاحت ہے۔ان کا تعین ہے۔اس لحاظ سے نصاب (Curriculum) کو ادارے کی ریڑھ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اس کی ترتیب کے لئے عملی کمیٹی/جماعت کا یہ پہلا اور اہم ترین کام ہوتا ہے۔اس سلسلے میں وہ افراد جو اس کی ترتیب/ترکیب کے ماہر مانے جاتے ہیں، ان سے رجوع کرنا لازم ہوتا ہے۔معاصر مضامین کے علم وفضل، عام طور سے تعارف شدہ ہوتے ہیں لیکن ایک مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب ہم درجہ بدرجہ معاصر مضامین کے ساتھ اسلامی آگہی کی حد مقرر کرنا چاہتے ہیں۔

1.11- مالیاتی منصوبہ بندی اور احتیاطی پہلو

پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ مالیاتی وسائل کیا ہیں؟ آمد کے ذرائع کیا ہے یا کتنے ہیں؟ مجوزہ ادارہ تجارتی ہوگا یا بلا منافع ایک ادارہ؟ ابتدائی مرحلہ میں آنے والے پانچ سالوں کے لئے کم از کم حاکم اول اور بانیانِ ادارہ کے پاس ایک ناگہانی/اتفاقی منصوبہ ہونا چاہئے۔یاد رکھنا چاہئے کہ جنگ تو میدانِ جنگ میں جیتی جاتی ہے بظاہر لیکن دراصل جنگ وسائل سے جیتی جاتی ہے۔ساتھ ہی ساتھ بحوالہ مالیات ایک نظامِ احتساب کا ہونا بھی لازمی ہے، جسے از ابتداء قائم کر دیا جانا چاہئے۔

1.12- علمی قدر/اقدار کا اندازہ

ایسے ادارے کے بانیان اور حاکم اول پر لازم ہے کہ وہ علمی مقاصد کے حصول کے لئے یعنی اُن مقاصد کے حصول کے لئے ایک

نظام قائم کریں جو بحوالہ طلباء اندازہ لگاتا رہے یعنی:

۱۔ طلباء کو جو کچھ پڑھایا جائے وہ انہیں یاد رکھتے ہوں۔
۲۔ طلباء سمجھتے ہوں کہ انہیں کیا پڑھایا جارہا ہے۔
۳۔ طلباء یہ صلاحیت رکھتے ہوں کہ دوسروں کو سمجھا سکیں۔

1.13- اصل مقاصد اور مقصدِ اعلیٰ کی تکمیل کا اندازہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ادارہ بظاہر اپنی کارکردگی قائم رکھتا نظر آتا ہے مگر درحقیقت اپنے مقصد یا مقاصد سے دور ہو جانے والا ہوتا ہے۔ ادارہ جمعیت میں مشہور بھی ہوتا جاتا ہے، طلباء کی تعداد بھی اطمینان بخش ہوتی ہے۔ کچھ لوگ سرگرمی اور کارنمایاں کو گڈمڈ کرتے ہیں/کردیتے ہیں۔ طلباء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ یا منافع میں اضافے سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ "الحمدللہ، ہم کامیاب ہیں۔" اس کے برعکس صورتحال بھی ہوسکتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اصل صورتحال/وجہ، جس کے لئے یا جس کے تحت یہ منصوبہ شروع کیا گیا، بھول جاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہوتی ہے کہ یوں ہم "اُمتہ" کے لئے کچھ کررہے ہیں یعنی سب کچھ طلباء کی تعداد کامیابی کی واحد دلیل نہیں ہوتی۔ کسی اسلامی ادارے کی بحوالہ آگہی صرف سطح زمین پر حیات تک محدود نہیں ہوتی بلکہ دنیا کی زندگی یا دنیاوی زندگی کے (Parameters) سے ماسواء، مابعد حیات تک ایک کردار کی حامل ہوتی ہے۔

1.14- منتظمین کا انتظام

اکثر وبیشتر ہوتا ہے کہ بانیانِ تعلیمی ادارہ خود نہ زیادہ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں نہ تجربہ رکھتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں بہت سارے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ افراد چونکہ صاحبِ بصیرت نہیں ہوتے اس لئے ادارے کے مقاصدِ اعلیٰ کی بصیرت انہیں حاصل نہیں ہوتی۔ طبعی وسعتوں کو نہیں سمجھ پاتے بلکہ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ خیالات کی ترجمانی بلحاظِ عمل پیشہ ورانہ مہارت کی داعی ہوتی ہے اور یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب دوسرا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یعنی پیشہ ورانہ آگہی بحوالہ تعلیم وتربیت و تدریس بانیان و حکام اولین اور صدر مدرس/مدرسین کے درمیان ایک خلیج واقعہ ہوجاتی ہے۔ نتیجتاً ادارے کی کارکردگی غیر معیاری ہوجاتی ہے اور اعلیٰ مقصدیت کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ پیشہ ورانہ جمعیت کو قائم رکھنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

1.15- انسانی وسائل کی ترقی

صرف سند یافتہ مدرسین مقصدِ اعلیٰ کی تکمیل کی ضمانت نہیں ہوتے۔ مقصدِ اعلیٰ کے حصول کے لئے اُن کی پیشہ ورانہ مہارت اور روحانی اہلیت کو متواتر بہتری (مقصدِ اعلیٰ کے حصول کے لئے) فرمان کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا بہتری کے لئے مزید تربیت اور اہلیت کو کمک پہنچانے کے لئے رقم یا رقوم کا اختصاص ضروری ہے۔ اگر رقم میسر نہ ہو تو "شراکت ہنر کے پروگرام" جاری کرنا اور جاری رکھنا چاہئے۔ ان مصروفیات کے وقت کا تعین اور تسلسل ضروری ہے جس سے ہنرمندی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ افراد کے درمیان انفرادی سطح پر ایک قربت قائم ہوجاتی ہے۔ میں یہ ذمہ داری بانیان اور حاکم اول پر کیوں ڈال رہا ہوں؟ وہ یوں کہ بانیان و حاکم اول پر لازم ہے کہ درج ذیل حدیث وہ ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں کہ

"تم میں سے ہر ایک گڈریا/ چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کے گلہ کی بابت سوال کیا جائے گا۔"

جملہ نظام مراتب میں اعلیٰ ترین ذمہ داریاں ان پر ہوتی ہیں جو قابل داد کام کے منتظمین ہوتے ہیں۔لوگ ایسے اداروں/کام کے لئے پیسے دیتے ہیں۔لہٰذا وہ پیسہ جو فی سبیل اللہ دیا جارہا ہے نہایت احتیاط کے ساتھ خرچ کیا جانا چاہئے۔ایک ایک لمحہ اور ایک ایک پیسہ کے بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔احتساب کا یہ احساس ہر دم تازہ رہنا چاہئے ،فرد ہو،گروہ ہو یا اُمّت!

عنصر ۲

صدر مدرس

صدر مدرس وہ وسیلہ ہے جس کے معرفت تمام مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔صدر مدرس کے انتخاب میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔وہ مرد ہو یا عورت وہی راہ نما ہوتا ہے۔اور راہ نما ایک ہی ہونا چاہئے۔

2.1- بنیادی محرک(Motivation)اور مقصدِ اعلیٰ کی بصیرت

صدر مدرس کو اعلیٰ سطحی محرک ہونا چاہئے تا کہ مجلس انتظامیہ اپنے اسکول کے مقاصد کو قائم کرلے۔اس کی شخصیت ادارے کی عکاس ہو۔وہ ''امیر جماعت'' ہوتا/ہوتی ہے اس لئے ادارے کے مقاصد نہایت واضح طور پر اسے ذہن نشین ہونے چاہئے۔

2.2- دینی/مذہبی رجحان

کسی دینی یا مذہبی ادارے کا سربراہ ہونے کے لئے اس کا انفرادی رجحان مذہبی ہونا نہایت ضروری ہے۔صرف رجحان ہی نہیں بلکہ اُسے دین کا علم بھی ہونا چاہئے۔لازم ہے کہ اس کا دین کا علم اوسط سے بالا ہو۔اگر اس کا علم اوسط سے کم ہوا یا رجحان معمولی ہوا تو ادارے کی کارگزاری میں ''دین'' کا رنگ پھیکا پڑ جائے گا۔

2.3- پیشہ ورانہ تربیت اور عملی پس منظر

صدر مدرس اعلیٰ سطح کا تربیت یافتہ (پیشہ ورانہ) ہو جبکہ اس کا عملی پس منظر نہایت وسیع ہو۔منتظمہ کی ایک بظاہر معمولی غلطی یہ دیکھی گئی ہے کہ صدر مدرس کا تقرر ''وفاداری'' کی بنیاد پر کیا گیا نہ کہ پیشہ ورانہ استعداد پر۔ایک چاق و چوبند مدرس (صدر مدرس) پیشہ ورانہ حیثیت میں کمزور فرد سے کہیں زیادہ کامیاب پایا گیا ہے/ہوسکتا ہے۔

2.4- قائدانہ صلاحیتیں

کسی جماعت کی رہ نمائی کے لئے یعنی کسی ایک پرچم/نشان کے گرد جمع رکھنے یا ایک مقصد کے حصول کے لئے سربراہ کی مثال کسی جہاز کے کپتان کی ہوتی ہے۔صدر مدرس ہونا تدریس تک محدود نہیں سمجھا جاتا بلکہ دراصل یہ وہ فنکار ہوتا ہے جو اپنے رفقاء کار کو منظم کرتا اور رکھتا ہے۔اُسے اس انتظامی امر کا ملکہ ہونا چاہئے۔

عنصر ۳

کلیۂ تدریس

مدرس حقیقتاً وہ فرد ہوتا ہے جس سے بچے/طلباء باہم وگر اثر انداز ہوتے ہیں/ہوتے رہتے ہیں۔اس لئے نصاب کا سارا فلسفہ مدرّس کے ذہن پر نقش ہونا چاہئے۔پیش نظر رہے رسول ﷺ کا یہ اعلان کہ "میں تمہارے درمیان ایک مدرس کی حیثیت سے بھیجا گیا ہوں۔" یہ بات حضور ﷺ نے صرف ایک بار نہیں بلکہ بار بار کہی۔آپ ﷺ کی "رسول خدا" کی حیثیت کی بابت یہی کہا گیا کہ آپ ﷺ علم/آگہی/درس دینے کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔جوکوئی بھی کسی کو پڑھاتا (تعلیم دیتا ہے) اُسے سمجھ لینا چاہئے کہ اُس مرد/عورت نے ترقی پائی اور وہ صالحین میں شامل کیا گیا، جن کا بنیادی کام مخلوق کی تدریس ہے اور وہ اسی لئے یہاں بھیجے گئے۔اس کے ذہن کو ہمیشہ اس نورانی نسبت سے جگمگائے رہنا چاہئے یعنی اس اعلیٰ ذمہ داری کی ضیاء سے

اب ہمیں ان بنیادی اوصاف پر نظر ڈالی چاہئے جو مدرس کے نقش کو مکمل کرتے ہیں۔

3.1- ذاتی تحرک

مدرس، مرد ہو یا عورت، اپنے اس کام کی اہمیت کے طفیل باطنی جوش اور جذبہ سے معمور ہو۔سیرت رسول/حدیث رسول ﷺ ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہتی ہوں اور اُن کے طریقۂ تدریس پر ہمیشہ مدرس کی نظر رہے۔

3.2- اسلام اقدار کو سمجھتا ہو اور عمل کرتا ہو

اسلامی اقدار کی سمجھ بوجھ اور پابندی سے ان پر عمل کرنا ہی وہ موافقت ہو سکتی جو کسی اسلامی اسکول/ادارے میں اُسے تقرری دلائے۔کسی مرد/عورت کے لئے "مسلمان" ہونے کی حد کیا ہونی چاہئے؟ یہ حد بندی اعتبار عمل کے پیمانے کے مطابق زیر نظر ہے/ہونا چاہئے۔

مسلمان فرد کو دین کا ایک نقش ہونا چاہئے۔یعنی اُن تعلیمات کی ایک ایسی تجسیم کہ دیکھتے ہی پہچان میں آجائے۔فرداً فرداً دین کے مطابق عمل میں تفاوت ہو سکتا ہے۔پھر بھی کم از کم کی حد تو قائم کی جا سکتی ہے اور قائم ہے۔کم از کم ظاہر اُعلامات یا علامت موجود ہونی چاہئے۔نہایت نمایاں تضاد، ظاہر میں تو ہونا ہی نہیں چاہئے۔

3.3- معاصر مضامین کے دین کے ساتھ باہم وگر کر سکے

مندرجہ بالا کے لئے خاصا تحریری مواد موجود ہے۔سائنسی مضامین کی تمام ہدایتوں کو قرآنی حوالے اور سُنۃ کے حوالوں کے ساتھ یوں پیش کر سکے کہ طلباء کے ذہنوں میں بہ آسانی جگہ پا سکے۔اور طلباء یہ سمجھ سکیں کہ علم/آگہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کی جاتی ہے۔جملہ مدرّسین کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ تدریس کو صرف دین سے منسلک نہ کریں بلکہ اسلامی تاریخ سے متعلق کر کے بحوالہ سائنس مسلمانوں کے کارہائے نمایاں کو اُجاگر کرتے جائیں۔

3.4- علمی اور پیشہ ورانہ لحاظ سے تربیت یافتہ ہو

اچھی تعلیم دینے کے لئے باصلاحیت اساتذہ/ارکانِ تدریس کا ہونا لازم ہے۔صلاحیتیں جامد نہ ہوجائیں بلکہ تقرر کے بعد اُن کی بہتری کے لئے اقدامات کی ذمہ داری منتظمین پر بھی ہوتی ہے تا کہ تسلسل قائم رہے۔

3.5- بچوں کے اصل مستقبل سے وابستگی رکھتا ہو

''محبت ہمیشہ فاتح ہوتی ہے۔''مدرسین کی اپنے پیشے سے وابستگی ،بچوں اوراُن کے مستقبل سے وابستگی قائم کردیتی ہے۔

اساتذہ کی ایسی مثالیں بھی ہیں کہ انہوں نے تدریس اور طلباء کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں اپنی ذات کی بھی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ آرام،محبت اور دیگر سہولتوں کو بھی نظر انداز کیا ہے۔اس انتہائی رویہ کی ہمت افزائی نہیں ہونی چاہئے۔لیکن صادق اساتذہ ایسی ہی ''چنگاریوں'' کے حامل ہوتے ہیں۔یادرکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دنیاوی زندگی کے بعداس کا صلہ یقیناً عطا کرتا ہے۔اوروہ تعلق جو اساتذہ اورشاگرد کے درمیان قائم ہوتا ہے وہ ادائیگی فرض کو صحت مندی عطا کرتا ہے اور یہ صحت منداحساس ایام کار کو طمانیت بخشتا ہے۔

3.6- بچوں کی نگاہ میں استاد قابلِ تقلید ایک کردار ہو

ہر فرد دوسرے پر ایک اثر قائم کرتا ہے،یہ انسانی زندگی کا معمول سمجھا جاتا ہے۔جہاں تک بچوں کا تعلق ہے وہ ذرا مختلف ہے کیونکہ بچے اپنے اردگرد موجود افراد اوران پر محیط ماحول سے زیادہ سے زیادہ انجذاب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔نادانستہ بچے اور طلباء/شاگرد جو کچھ اپنے اردگرد پاتے ہیں،بلاشبہ اسی کی ہمسری کرتے ہیں۔یہ صورتحال قدرے تشویش ناک بھی کہی جاسکتی ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ جو بڑے ہیں بچوں کے اردگرد ہیں/ہوتے ہیں وہی بچوں کو قابلِ تقلید نمونہ مہیا کرتے ہیں۔بات صرف یہ اہم ہوتی ہے کہ ''ہم'' اچھے ہیں یا بُرے؟

3.7- قابل اساتذہ کی تلاش

قابل اساتذہ بمشکل دستیاب ہوتے ہیں۔تدریسی ضروریات بہت زیادہ ہوتی ہیں۔اس لئے بنیادی قابلیت اوررُجحان رکھنے والے افراد کو بطورِ اساتذہ منتخب کر کے انہیں 'عظیم استاذ' بنانے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔پیدائشی صلاحیتوں کا جواب نہیں ہوتا جن پر پیشہ ورانہ امتیاز کی بنیاد ہوتی ہے اوراسی لئے کہا بھی جاتا ہے کہ 'عظیم استاذ' روز روز پیدا نہیں ہوتے۔پیدائشی صلاحیتوں اور رحمتِ الٰہی سے قطع نظر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرد بوقت پیدائش بڑا نہیں ہوتا ،بوقت موت بڑا ہوسکتا ہے یا ہوگیا ہو۔پیدائش تا موت کے درمیان عرصۂ سفر اُسے عظیم بنا گیا یا اس کی ہوشمندی عظیم بنا گئی۔

تربیت کی سہولتیں اوررُجحان کو قائم رکھنے کے اسباب تواتر سے مہیا کئے جائیں تو متعلقہ افراد کے پیشہ ورانہ خدوخال صرف قائم نہیں بلکہ بہتر سے بہتر نظر آئیں گے۔اساتذہ کے لئے مطالعاتی مواد، دینی اور سائنسی/فنی (Technical) دونوں مہیا کئے جائیں،ایسا ماحول بنایا جائے کہ اساتذہ طلباء کی روزمرہ کی پڑھائی سے زیادہ پڑھتے نظر آئیں اوردورانِ سبق اساتذہ جدید ترین فنّی سہولتوں کو استعمال کریں تو ایک سازگار ماحول قائم ہوجائے گا جو ارتقاء اور تزکیہ کا تسلسل قائم رہے گا اور مجملہ اندازہ لگانا آسان ہوگا۔

عنصر ۴

نصاب

کئی کتابوں کو یکجا کر دینے یا کئے جانے کو نصاب نہیں کہتے ہیں۔ یعنی نصاب صرف کتابوں کا مجموعہ نہیں ہوتا۔ نصاب دراصل وہ قائدہ (Format) ہوتا ہے جو بچوں کی نشو ونما کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ کتابیں، بصری، صوتی سہولتیں وغیرہ وغیرہ وہ اوزار ہوتے ہیں جو بچوں کو دنیا میں اپنے کردار کی ادائیگی کے لئے تیار کرتے ہیں۔ انہی یعنی بچوں کو آنے والے وقت میں ایک مسلمان کی حیثیت میں سے زندگی بسر کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں اور اس طرح مابعدِ حیات اور نجات کی سیدھی راہ اُبھرتی ہے۔

کتابوں کی فہرست کی اہمیت تو صرف عددی ہوتی ہے، یعنی بچہ اپنے جھولے میں کتنا بوجھ ڈالے گا۔ علم تو وہ ہے جو اُستاد سے شاگردوں کو منتقل ہوتا ہے یا کیا جاتا ہے۔ نصاب کے مقاصد تعریف/وضاحت اُس نصاب پر عمل شروع کرنے سے پہلے جو مکمل ہو جانی چاہئے۔ معیار اور طریقۂ کار کا تعین بھی لازمی ہے تا کہ اطفال کی نشو ونما کا عمل شروع ہو جائے۔ کسی قابل ذکر اسکول ادارہ کی طرح اس اسکول میں بھی تمام مضامین (معاصر مضامین) کی تدریس کا انتظام ہونا چاہئے۔ اسلامی اسکول کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ''بے جوڑ'' (تعلیمی لحاظ سے) افراد تیار کئے جائیں مثلاً وہ افراد دینی علوم اور تربیت میں سند یافتہ ہوں مگر زندگی سے وابستہ ہنر سے بے بہرہ ہوں۔ دراصل مقصدِ اعلیٰ یہ ہے کہ نمایاں مسلمان افراد تیار کئے جائیں جو بھرپور زندگی گزاریں اور اپنے ایمان پر ہر دم قائم رہیں یعنی یقین بھی محکم اور عمل کے پابند رہیں۔ ایسے ہی افراد ''دعوۃ'' کی زریں مثال قائم کرتے ہیں۔ وہ ممکن ہے کہ مطالعۂ اسلام بھی کسی اختصاص کو اپنے لئے لازم نہ بنائیں، تاہم وہ سچے مسلمان ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان یا اکاؤنٹنٹ بن جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے معاصر مضامین کی تدریس کو مثالی ہونا چاہئے۔

درج ذیل مطالعاتی قطعات کو زیرِ عمل لایا جانا چاہئے۔

۱۔ قرآن پڑھنا یعنی دُرست طور پر اعراب کی پابندی کے ساتھ (تجوید)

یہ لازمی مضمون ہونا چاہئے تا کہ مسلمان بچے اور بچیاں قرآن صحیح طور سے پڑھ سکیں۔

۲۔ حفظِ قرآن (اختیاری)

یہ مضمون اختیاری ہونا چاہئے تا کہ جن بچوں کا رُجحان ہو یا جن میں یہ صلاحیت ہو وہ اِسے اختیار کر لیں۔ آیاتِ قرآنی کو زبانی یاد کر لینے سے زیادہ اہم آیاتِ قرآنی کو اپنے دل کے قریب رکھنا ہے۔ یہ بات ہر دم دھیان میں رکھنی چاہئے۔

۳۔ قرآن۔ معانی اور پیغام

اس کی اہمیت ہمارے دلوں میں قائم ہے۔ اس لئے اسلامی اسکول کی سرگرمیوں میں اسے بچوں/طلباء کی روح کے ساتھ شامل ہونا چاہئے۔ تب جا کر اُن کا عقیدہ مضبوط اور اُن کا عمل حسبِ اسلام ہوگا۔

۴۔ سُنتِ رسول ﷺ۔ نظری اور عملی پہلو

اس کی اہمیت کو جس قدر ظاہر کیا جائے وہ کم ہوگا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کا حُلیہ (Huliya) یعنی اُن کے معاملات کرنے کا

ڈھنگ اور اُن کا اخلاق یا طریقۂ اخلاق کو سمجھنا ہی تو اصل کاوش ہے۔ یعنی طلبا صرف ظاہر میں اُنؐ جیسے نظر نہ آئیں بلکہ اپنی اخلاقیات میں اُنؐ جیسے ہوں/ ہو جائیں۔

۵۔ عربی زبان

عربی زبان کی تدریس اس حد تک شامل ہو کہ طلبا قرآن اور سُنۃ کو عمومی طور پر سمجھ سکیں۔

۶۔ اردو زبان

اردو زبان کی اتنی استعداد یقینی طلباء میں ہونی چاہیے کہ وہ مقامی زبان (یعنی اردو) میں موجود اسلامی تحریروں کے خزانے سے استفادہ حاصل کرسکین۔ علاقائی اور لسانی حوالے سے یہ ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔

۷۔ انگلش زبان

آج کی دنیا میں عالمی مواصلات کی سب سے بڑی زبان کے ذریعہ دعوۃ کی اشاعت کا اہم وسیلہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کی تدریس کی یہ اہمیت پیشِ نظر رکھی جائے۔

۸۔ تاریخ اسلام

مسلم تاریخ دانوں کی نوشتہ تاریخ اسلام پڑھائی جانی چاہئے نہ کہ اُن مُستشرقین کی لکھی ہوئی تاریخ جو اپنی عصبیت کے تحت مسلمانوں کے نقش کو مسخ کر دیتے ہیں۔

۹۔ جغرافیہ (خصوصاً عالم اسلام کا)

جغرافیہ یوں پڑھایا جائے کہ قدرت کا عطا کردہ وسیع وسائلی خزانہ جو انسانوں کو عطا ہوا، اور عالم اسلام اس میں شامل ہے، طلباء میں اس کا ادراک قائم ہو جائے۔

۱۰۔ تمام سائنسی اور تجارتی مضامین

ان مضامین میں زندگی کا ہنر اور لوازمات شامل ہوتا ہے، اس لئے ان مضامین کے مضمرات زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اوزار مہیا کرتے ہیں مستقبل کے مسلمان افراد اگر انہیں جانیں اور ان کا استعمال کریں تو وہ اپنا سر اونچا رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں دنیا کے معاشرے میں۔ اس طرح وہ خالق اور مخلوق کے ضمن میں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برائی حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۱۔ فن کاری اور دستکاری

یہ وہ مضمون ہے جسے بھلایا جا رہا ہے، حالانکہ اس کے مطالعہ سے بچوں کی تخلیقی صلاحیت اور ذہنی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

"تمام مضامین کی بابت ہمیشہ

R.U.P.E

کو یاد رکھیں۔"

علاوہ ازیں درج ذیل آٹھ نکات، طلباء کی تمام تر مصروفیات (نصابی) پر محیط رکھنا چاہئے۔

4.1 روحانی بہتری (ترقی)(Spiritual Development)

اس زمین پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ/ نائب بنایا ہے تا کہ اس کے احکامات پر عملدرآمد ہو۔انسان کی (خصوصاً مسلمانوں کی) یہی بنیادی ذمہ داری ہے ۔اس کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ بچوں میں آزادانہ احساس سپردگی پیدا کیا جائے ۔اسلام کی تعلیم صرف ''یہ کرو'' اور ''یہ نہ کرو'' تک محدود رکھنا مناسب نہیں ۔بچوں میں پیروئ رسول اللہ سے ایک مسرت آگیں احساس جنم لینا چاہئے ۔نہایت احتیاط و اہمیت کے تحت اس ضمن میں قدم بڑھانا چاہئے ۔

4.2- سماجی بہتری(Social Development)

طالبِ علم اور اسکول ایک طرف تو دوسری طرف طالب علم اس کا گھر اور اس کے اردگرد کے دیگر افراد (جمعیت) کے درمیان احترام باہمی اور اشتراک باہمی کے قیام کے لئے انتہائی احتیاط لازمی ہے ۔یہ کیوں کہ ہر بچہ رفتہ رفتہ زندگی کے متضاد اطوار کا سامنا کرے گا۔جو اس کے چاروں طرف موجود ہے اور رہے گا۔لہٰذا تربیت کی نہج کے لئے سماجی شمولیت اور اتصال کا جذبہ نہایت اہم جانا جاتا ہے ۔

خوداعتمادی اگر اچھے سلوک کی قیمت پر حاصل ہے تو قابلِ ذکر نہیں ہے ۔دوسروں کی ضرورتوں کی حس ہونی چاہئے ۔اور جیسے جیسے کوئی بچہ مڈل/ ہائی اسکول کی جماعتوں کو پہنچتا ہے اُسے ایک مسلمان کی حیثیت میں صنف نازک کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے ۔یعنی اُسے جاننا چاہئے کہ اس سے کیا مراد ہے ۔

4.3- اخلاقی بہتری(Moral Development)

بچوں کو ''درست'' اور ''نادرست'' (غلط/صحیح) کی تفریق جاننا یا سمجھنا چاہئے ۔یہ درک ''ذہانتی/ذہنی'' اور ''وجدانی'' دونوں ذرائع سے حاصل کیا جانا چاہئے ۔کیونکہ جب کوئی بچہ خالص خدا ترسی کے ماحول میں پرورش پائے گا تو آگے چل کر ''اچھے'' اور ''برے'' میں تمیز کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

4.4- ثقافتی بہتری(Cutural Development)

بچوں کو یہ بتانا چاہئے کہ انسانی حیات ''ثقافتی تضاد'' سے بھری ہوئی ہے ۔معاشرہ میں مختلف مذاہب کے افراد کی موجودگی کے حوالے سے یہ بات انہیں سمجھائی جانی چاہئے ۔تا کہ وہ ثقافتی تضاد/ فرق کو بہ آسانی سمجھ لیں ،یہی نہیں اس ''فقہ'' کے فرق کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں ،اور انہیں ایک دوسرے سے کچھ سیکھ کر خوشی محسوس ہو تا کہ مشترکہ مفاد (انسانی) کے امور میں سرگرم ہو سکیں/ رہیں ۔

4.5- ذہانتی بہتری(Intellectual Development)

سب بچوں کو علمی استعداد بدرجۂ اتم / اعلیٰ ترین سطح کی حاصل کرنی چاہئے اور وہ یوں کہ زندگی اور بنیادی ہنرمندی کے حصول کے ساتھ ساتھ یہ احساسِ ذمہ داری حاصل کرنا کہ جو کچھ (علم) انہوں نے حاصل کیا ہے (کر رہے ہیں) وہ منجانب اللہ ہے اور خصوصاً اُمّۃ کے لئے ہے پھر تمام عالم انسانی کے لئے ۔جدیدفنیات (Technology) اور معاصر مضامین (جس حد تک انہوں نے تعلیم پائی ہے) ہر لحظہ انہیں ازبر ہونا چاہئے ۔ایک باعمل مسلمان ہو کر اپنی پیشہ ورانہ مہارت کو بہتر سے بہتر بنانے کی فکر دامنگیر ہونی چاہئے ۔ایک عام الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ اسلامی اسکول/ ادارہ معاصر مضامین کی تدریس میں بہت پیچھے ہیں (یہ الزام ایک حد تک دُرست ہے)۔

اِس ضمن میں تدارک ضروری ہے اور اعلیٰ ترین معیار تدریس کو ہر قیمت پر حاصل کیا جانا چاہئے۔

4.6- جذباتی بہتری (Emotional Development)

اس کا مقصد جذبات کی وہ بہتری ہے جو اسلام کے مطابق ہو۔یعنی بچہ اپنے جذبات کا اظہار کرے تو اسلامی انداز میں، جذبات اُبھریں تو اسلامی رنگ میں، یعنی دینی رنگ میں، مثلاً غصہ، درد یا تکلیف، خوشی اور مزاح (جیسے ہنسنا، ہنسانا) سب پر سنت رسول ﷺ کے انداز کی جھلک محسوس ہو۔

مساوی اہمیت اس بات کو بھی دی جانی چاہئے کہ ثقافتی شخصی شناخت اور اس کی بہتری کے لئے اپنا اپنا ذاتی عکس قائم کرنا بھی اہم ہوتا ہے۔مثلاً اپنے لباس کے لوازمات، زبان اور اس کا نہایت مناسب (لہجہ) استعمال، اُٹھنے بیٹھنے کے طریقے، گویا ذات سے منسلک یہ سارے شعبے قابلِ فخر محسوس کئے جائیں اور دوسرے ثقافتی گروہ کے سامنے بھی دراز قد نظر آئیں۔

4.7- طبعی بہتری (Physical Development)

انسانی جسم بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔زندگی صحت مندی میں ہوتی ہے۔اسے قائم رکھنے کے لئے غذائی اور ورزشی عادتوں کی بہتری ضروری ہے۔مزید یہ کہ عرفِ عام میں بچے ورزش ورزشی کھیل کو صرف کھیل تماشا سمجھتے ہیں، اساتذہ پر لازم ہے کہ تفریحی کارگزاریوں کی معرفت وہ بچوں میں رہبرانہ، یا امیرانہ (امیر جماعت) جماعتی سرگرمی کے جذبے اُبھاریں اور قاعدے، ضابطے کی تعظیم و تکریم کے احساسات کو جگائیں/بہتر بنائیں۔

4.8- اُمّت کی بہتری (Ummah Development)

اُمّۃ مسلمہ کے ہر رُکن کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ سب کے سب تخلیق کئے گئے ہیں کہ اللہ کے احکامات کی پیروی اور اشاعت کریں جو امن، انصاف اور بھائی چارہ (تمام انسانوں کے لئے) پر مبنی ہے اور جملہ بنی نوع انسان کے لئے ہے۔اس احساس کو نہایت کم عمری سے شروع ہو جانا چاہئے/کر دینا چاہئے۔تاکہ بچہ یا بچی اس احساس کے طفیل رفتہ رفتہ اُمّت کے ارکان یعنی اپنے مسلمان بھائی سے قربت محسوس کرے، کام کرے تو ایک ہو کر، یہاں تک کہ گائیں، روئیں تو ایک ساتھ!

عنصر ۵

ماحول

اسکول کسی نہ کسی عمارت میں تو ہوتا ہے مگر وہ عمارت صرف اسکول نہیں ہوتی۔اسکول علم کی منتقلی کا ایک ادارہ ہوتا ہے۔اسکول کی عمارت اور اس کے گرد و پیش کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہاں تعلیم پانے والا بچہ فخر محسوس کر سکے۔اس لئے اسکول کی انتظامیہ کو مناسب حد تک اسکول کی آرائشگی قائم رکھنا چاہئے۔ثقافتی ورثہ اور اندازِ تعمیرات کا بھی خیال رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔اس طرح طلباء کو یہ بات یاد رہتی ہے کہ وہ اس لحاظ سے ایک بڑی قوم، ثقافت اور تاریخ کا حصہ ہیں۔اور اس طرح طلباء میں ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے جو انہیں گزشتہ عظمت کو

دوبارہ قائم کرنے پر اُبھارتا ہے۔

اسکول جائے علم وفضل ہوتا ہے۔اقدار اسلامی کی روح کے مطابق اسکول کی ساری کارگزریاں یوں ہونی چاہئیں کہ ''دین'' ہی (مسلمان طلباء کے لئے) ''طرز زندگی'' بن جائے۔ یہ بات یاد رکھی جانی چاہئے کہ طلباء اپنے اسکول سے (اس کے ماحول سے) جو کچھ سیکھتے یا جذب کرتے ہیں وہ اُن کی اسلامی اعتقادات اور طرز عمل میں معاون ہوتا ہے۔

اسکول اگر چہ (طلباء کا) گھر نہیں ہوگا مگر گھر (جیسا) ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ فارغ التحصیل ہوکر جاتے ہیں تو اپنائیت ختم نہیں ہوتی بلکہ زندگی بھر وہ اپنے اسکول ہی کے ہوتے ہیں/رہتے ہیں۔اسکول کے سابق طلباء کی ادارۂ امور میں شرکت کی ہمت افزائی ہونی چاہئے۔وہ نصابی اور غیر نصابی دونوں کارگزاریوں میں (سابق) اسکول کی معاونت کا ایک بڑا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ یہ رشتہ تا حیات قائم رہتا ہے۔

عنصر ٦

والدین۔ کردار اور شرکت

اسکول کے مقاصد یا مقصد کا والدین کے کردار اور شرکت کے بغیر حاصل ہونا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔گھر کے ماحول کو ایسا ہونا چاہئے جو اسکول میں سیکھنے سکھانے کے عمل کو توانائی بخشے۔اس کی مشکلات بھی عیاں ہیں۔مثلاً بچے تو اسکول جانے لگا ہے مگر والدین کبھی اسکول نہیں گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسلامی احکامات سے ناواقف ہوں اور اُن کی اولاد جو کچھ (اسکول میں) سیکھ رہی ہو اس کی بابت اُن کی حیثیت صرف ملتجیانہ ہو۔والدین کو واقف کرانا چاہئے کہ جو کچھ ان کے بچے سیکھ رہے ہیں وہ ان کی ہمت افزائی اور پسندیدگی کا مستحق ہے۔اس کے حصول کے لئے ایسے اقدامات کی ضرورت ہے یعنی طالب علم کو اپنے گھر میں خوشگوار ماحول میسر آجائے۔

تربیت اطفال کے حوالے سے (اَن پڑھ) والدین کو تعلیم دینا (ہمارے ملک میں) ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔اس مسئلہ کو والدین کے لئے خصوصی خطاب، تقریبات، کتابچہ، کیسٹ اور سی ڈی کے وسیلہ سے حل کیا جاسکتا ہے۔جس کی ایک عام شکل ''والدین اور اساتذہ'' کی انجمن سردست سرگرم عمل ہے۔اگر چہ اس پر مزید توجہ دینی چاہئے۔والدین کی کمیٹی یا سابقہ کمیٹی، ماؤں کی انجمن یعنی والدین کی رضا کارانہ شرکت مثلاً کھانے پکانے کے میلے، یا پھولوں کی سجاوٹ کے مقابلے اور کھیل کود کے مخصوص مقابلے برائے والدین اگر منعقد ہوتے رہیں تو متذکرہ بالا مسئلہ کا حل بڑی حد تک حاصل ہوسکتا ہے۔

حرف آخر

ان کاوشوں کے نتیجے میں جسے ''حاصل'' کہا جاتا ہے وہ:

- ☆ قرآن پر پختہ ایمان رکھنے والا۔(ہو)
- ☆ سنتِ رسول ﷺ پر کاربند (ہو)
- ☆ شریعت کو جانتا ہو/سمجھتا ہو قرآن اور حدیث کے (عربی) متن کو بہ آسانی پڑھ سکتا ہو۔

☆ صداقت، ایمانداری، کردار کی اہمیت اس کی گھٹی میں ہوتا کہ دونوں جہان میں کامیاب رہے۔

☆ ادارہ، اساتذہ اور اُمّت کے لئے ایک امتیاز ہو۔

مختصر یہ کہ تعلیم پا کر کوئی بچہ ڈاکٹر، انجینئر، حساب داں وغیرہ بن جائے مگر اس کی شخصیت میں اسلام جھلکتا ہو۔

اختتامیہ

اس کتابچہ میں جس معیار کو پیش کیا گیا ہے وہ غالباً دنیا میں اب تک حاصل نہیں ہوسکا ہے۔ پھر بھی اس معیار کے حصول کی کوشش افراد اور اداروں کو صحیح سمت کے تعین میں اُمید ہے کہ معاون ہو گی جہاں جہاں ضرورت ہو سمت درست کر لی جائے۔ بہتری/اصلاح کا پہلا قدم یہی ہوتا ہے کہ ''مقصد'' کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ پاکستان کے کامیاب اداروں اور دیگر ممالک کے ادارے مطالعہ اور مشاہدہ کے مستحق ہیں تا کہ ''مثال'' یا مثالی اسکول کے خدوخال کی وضاحت ہو جائے۔

بانیانِ ادارہ، اساتذہ اور والدین سے یہی استدعا ہے کہ وہ انتظار نہ کریں کہ مثالی اسباب جمع ہو جائیں تو وہ کام شروع کریں۔ مثالی ہونا مقصد اول نہیں ہے۔

جو کچھ دستیاب ہے اسی سے شروع کریں اور دعا کرتے رہیں، بھروسہ قائم رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسباب عطا کرے گا۔ منصوبہ بنائیے، چھان پھٹک کر جانچ لیجئے اور اپنے خیال/تصور کو آگے بڑھائیے۔ مشاورت جاری رکھئے۔ اتباعِ سنت رسول ﷺ کی پیروی کیجئے۔ ہم اسے اچھی طرح سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے! ہمیں اپنی زندگی اسی طرح استوار کرنا چاہئے۔ ہم ممکن ہے (۱۰۰) سو فیصد کامیاب نہ ہوں مگر زندگی اسی کوشش میں بسر ہو جائے تو کم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ منصوبوں کو تکمیل عطا کرتا ہے۔ جو ہُنر اس کی رحمت سے ہمیں حاصل ہے، جو ذہانت اس نے عطا کی ہے، جو رہبری بطورِ انعام ہمیں حاصل ہے یعنی یہی سب ہماری کامیابی کے لئے اثاثہ ہے اور وہی کامیابی دینے والا ہے۔

پروردگار ہماری کوششوں کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

--☆--